مسز صوفیہ یوسف

روس کا شہرہ آفاق شاعر پُشکن

Abstract: - *The poetry of Pishkan, in Russian literature is very important. His poetry throughs light on the Russian Society, politics and economic conditions. He , through his poetry, tried at his extend to change social values and behavior of Russians. This is reason that not only those days but his influence can not be ignored today.*

روسی ادب میں تشکیل زندگی، بحیثیت مجموعی ایک فلسفہ زندگی اور فلسفہ کائنات بہت معین، نرالا اور بااثر ہے۔ روسی انشا پردازوں کا نصب العین انسان اور انسان کی ہستی کو کائنات آشنائی اور بے حجابی کی رسم قائم کرنا ہے کہ کسی توسط کی حاجت نہ رہے۔ اس پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے روسی شاعر پُشکن کی تحریروں کا جائزہ آنے والی سطور میں پیش کیا جائے گا۔

ادبی دنیا میں روس کا نمائندہ ''الکساندر سرگے یوچ پُشکن'' 1799ء میں پیدا ہوا۔ اس کا تعلق ایک قدیم خاندان سے تھا جس کا ذکر روسی تاریخ میں ملتا ہے۔ پُشکن کی ماں پیٹر اعظم کے ایک حبشی غلام کی پوتی تھی۔ پُشکن کی ابتدائی تعلیم فرانسیسی اساتذہ کے زیر نگرانی ہوئی۔ اس کا حافظہ بہت ہی اچھا تھا اور اسے مطالعے کا شوق تھا۔ اس لیے جو بھی وہ پڑھتا اس کے ذہن پر ایک مستقل نقش کی حیثیت اختیار کر لیتا وہ اسکول کے زمانے میں فرانسیسی ادیب ''والیٹر'' کی تحریروں کا دلدادہ تھا۔ اس ہی کا اثر تھا کہ اُس نے شاعری کا آغاز فرانسیسی زبان میں کیا، اور بعد میں روسی زبان میں طبع آزمائی کی۔ اس نے پندرہ برس کی عمر سے رسالوں میں مختلف کلاسیکی شعرا کے ترجمے بھیجنا شروع کر دیئے۔ کالج کے زمانے میں پُشکن نے ایک ادبی ادارہ قائم کیا اور اس ادارے کی طرف سے ایک رسالہ بھی جاری کیا۔ جس میں زیادہ تر طالب علموں کے مضامین چھپتے تھے۔

اُس کی پہلی نظم ''روسلان اور لودملا'' 1820ء میں شائع ہوئی جس نے خاص و عام میں یکساں

مقبولیت حاصل کی اور یہاں سے پُشکن کو ایک ادبی رتبہ حاصل ہوا۔ اُس نے وزارتِ خارجہ سے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز کیا اور ساتھ ہی وہ اپنے وقت کے آزاد سیاسی خیالات رکھنے والوں سے ملتا رہا پُشکن اپنے زمانے میں ایک زبردست باغی اور انتہا پسند تھا اور انھیں خیالات کی وجہ سے حکومت نے اُسے جلاوطن کر کے جنوبی روس بھیج دیا۔ سزایابی نے اس کی شہرت اور بڑھادی۔

روسی ادب کے دوسرے سنہری دور میں جوئی روح اُس نے پھونکی اس کی وجہ سے اس کا رتبہ ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ اس دور میں روسی ادباء دو گروہوں میں منقسم تھے ایک قدامت پسند اور دوسرا انتہا پسند۔ پُشکن جلد ہی نئی تحریک کا علمبردار بن گیا۔ جلاوطنی کے دوران اس نے جنوبی صوبوں کی سیر کی 1826ء میں اسے ''سکوف'' کے مقام پر جو اُس کی جاگیر میں شامل تھا بھیج دیا گیا۔ یہ جبری نظر بندی شاعر کی ذہنی ارتقاء کے لئے مفید ثابت ہوئی۔ اس کی وجہ سے وہ انتہا پسندوں کی سازش میں پھنسنے سے بچ گیا۔ یہیں سے وہ کوہ قاف اور کریمیا کی سیاحت کو گیا، جہاں سے اُسے اپنی ادبی تخلیقات کے لیئے نیا مواد حاصل ہوا، اور اس نے اٹالین اور انگریزی زبان پر عبور حاصل کیا۔ پیٹر برگ سے دور اپنے علاقے میں اس چھ سالہ نظر بندی نے پُشکن پر شاعر کی حیثیت سے اس کی صلاحیتوں کا انکشاف کیا۔ اس دور کی پُشکن کی تحریریں تغزل، تنوع، تخلیق کی ذرخیزی میں ایک نمایاں معیار رکھتی ہیں۔

اس نے شروع میں جو تراجم کیے اور نظمیں لکھیں وہ بھی اپنے زمانے کے معیار کے مطابق اعلیٰ تھیں لیکن اس کی پہلی تصنیف جو آج بھی قابل ذکر سمجھی جاتی ہے اس کی داستان ''روسلان اور لودملا'' ہے۔ اس نظم میں مروجہ طرز کے برخلاف انتہائی سادگی اختیار کی گئی اور ہر قسم کے تصنع اور رسمی اصطلاحوں اور استعاروں سے قطعی پرہیز کیا گیا تھا۔ قدامت پسندوں نے اس کی مخالفت کی لیکن تمام تر اعتراضات کے باوجود ''روسلان اور لودملا'' نہایت مقبول ہوئی اس نظم میں روسی شاعری کو ایک نیا انداز عطا کیا۔

جلاوطنی کے دور میں پُشکن، بائرن کا گرویدہ رہا اور اسی کے انداز میں ایک لمبی نظم ''قفقاز کا قیدی'' لکھی اس کے علاوہ اس کی بہت سی مختصر نظمیں بائرن کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں لیکن یہ رنگ زیادہ عرصے تک

قائم نہ رہ سکا۔ اس نے اپنی نظم ''نٹ'' میں روسی نفسیات پر پہلی مرتبہ بحث کی۔ ''نٹ'' کے ہیرو ''الے لو'' پر تبصرہ کرتے ہوئے دوستووسکی لکھتا ہے کہ:۔

> '' الے لو اس سیرت اور مزاج کے لوگوں کا ایک مثالی نمونہ ہے جنھیں اس زمانے کی سوسائٹی میں ذہنی اور روحانی بیماری کی علامت سمجھنا چاہیئے''۔ (۱)

نٹ کے چند اشعار:۔

''نٹ''

'' جوان دل پرندوں سے بھی زیادہ خود سر ہوتے ہیں
ان کو قابو میں رکھنا کسی کے بس کی بات نہیں!
مسرت باری باری سے ہر ایک کو ملتی ہے
مگر جو کچھ ہو چکا وہ پھر سے ہونے والا نہیں۔۔۔۔
۔۔۔۔نہیں، میں ایسا نہیں ہوں، میں بغیر لڑے ہوئے
اپنے حق کو ہر گز نہ چھوڑوں گا
یا کم از کم بدلہ لے کر اپنے جی کو خوش کر لوں گا
اگر میں سمندر کے کنارے کسی اونچی چٹان پر
اپنے دشمن کو سوتا پاؤں،
تو قسم کھاتا ہوں۔۔۔بغیر کسی افسوس یا تامل کے اس ظالم کو
لات مار کر سمندر کی موجوں میں پھینک دوں
اس کی اچانک بیداری اور خوف کے لرزنے کا
ایک خونخوارانہ قہقہے سے جواب دوں

اور بہت دنوں تک اس کے گرنے کی آواز
یاد کر کے ہنسوں اور خوش ہوں'' (۲)

ان اشعار میں پُشکن نہ صرف ''الے لو'' کی ذہنیت بلکہ مجموعی طور پر روسی نوجوان کی سوچ کا احاطہ کرتا ہے جو صرف اپنی مرضی کے لئے سب کچھ کرتا ہے، لیکن دوسروں کو ان کی مرضی سے جینے کا حق نہیں دیتا۔

پُشکن کی سب سے لمبی نظم اور اس کا ادبی کارنامہ ''یف گے نئی اون یے گن'' ہے۔ وہ اس نظم میں ''الے لو'' کی سیرت کو دوسری شکل اور دوسرے ماحول میں دکھاتا ہے اور دونوں سیرتوں کی عمومیت کی سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ پُشکن کے ان ہیرو (الے لو، نئی اون یے گن) کی خصوصیات کو بعد میں آنے والے شعرا اور نثاروں نے اپنے کرداروں میں شامل کیا۔ پُشکن نے اپنی داستان ''یف گے نئی اون یے گن'' انتہائی نازک موقع پر ختم کردی:۔

''خوش قسمت ہے وہ جو دنیا کے دستر خوان
سے جلد اٹھ گیا۔ جس نے زندگی کی شراب سے لبریز
پیالے کو بالکل خالی نہیں کر دیا،
جس نے زندگی کا فسانہ آخر تک نہیں سُنا
بلکہ دفعتاً اٹھا اور رخصت ہو گیا
جیسے میں اون یے گن سے۔ (۳)

پُشکن کا خوبصورت طرز بیان محسوس نہیں ہونے دیتا کہ ''یف گے نئی اون یے گن'' کی داستان کسی قدر دردناک ہے اور اس کا انجام کتنا عبرت انگیز شاعر کی خاص طور سے یہ کوشش ہے کہ اس کا رنج یا غصہ، تعصب کوئی مصنوعی فضا نہ پیدا کردے۔ جس میں نظم کے کردار اصل سے ذرا بھی مختلف نظر آئیں۔ اس ضبط کے باوجود ''یف گے نئی اون یے گن'' کی داستان روسی قوم کا نوحہ کہلاتی ہے یہ داستان کوئی اتفاقی مظہر نہیں بلکہ یہ روسی نوجوان کے عام تجربے کی ایک شکل ہے۔ جب پُشکن نے محسوس کیا کے ماحول کے اثرات سے

خاص ذہنیت اور مزاج کے لوگ پیدا ہو رہے ہیں تو ایک ایسا شخص بنا کر جس میں یہ نیا رنگ بہت نمایاں تھا اس نے قوم کو اس مظہر کی خطرناک اصلیت سے آگاہ کردیا۔

''اون یے گن'' کے مقابلے میں ''تتیانا'' (اس داستان کی ہیروئن) کی سیرت دکھا کر پُشکن نے اپنا مطلب واضح اور عبرت آموز کر دیا۔ ''یف گے نئی اون یے گن'' کی تصنیف کے بعد بھی پُشکن نظم میں داستانیں لکھتا رہا۔ جیسے ''تانبے کا سوار''، ''نچی سرائے کا فوارہ''، ''پولتاوا'' وغیرہ 1833ء میں اس نے ایک ڈراما ''بورسیں گودونوف'' لکھا جس کا موضوع اِوان چہارم کی موت کے بعد طوائف الملوکی ہے۔ پُشکن کی مختصر نظمیں زیادہ تر عشقیہ ہیں۔ لیکن اس کے میدان کی وسعت اور مذاق کی ہمہ گیری ثابت کرنے کو ''پیغمبر''، ''شاعر اور کتب فروش''، ''زندگی کی رتھ''، ''بھوت''، ''نوحہ'' اور ''ہم مشربوں سے خطاب'' بہت اہم ہیں۔

پُشکن کی نظم ''پیغمبر'' اور گوئٹے (1749-1832) کے ڈرامے ''محمد'' میں ہمیں ایک ہمہ آہنگی اور تخیل کی پرواز میں بہت زیادہ مماثلت نظر آتی ہے اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:۔

گوئٹے کے ڈرامے محمد سے چند ڈائیلاگ:۔

Halima: So alon out in the fields when no night is safe from robbers;
Mohamet: I was not alon. The Lord my God approched me in His great kindness,
Halima: Did yo see him?
Mohamet: Do you not see him? He meets me in the warmth of his love at every tranquil spring, under every flowering tree. How can I thank him? He has
Opened my breast and removed the hard Shell of my heart so that I may receive his name (4)

پُشکن کی نظم پیغمبر:۔

پیغمبر (منثور ترجمہ)

'' میری روح پژ مردہ تھی اور تشنہ اور تاریک ویرانی میں میں راہ سے
بھٹک گیا اور دورا ہے پر مجھے چھ پروں والا ایک فرشتہ دکھائی دیا اور اس نے
میرے پپوٹوں کو چھوا اور اس کی انگلیاں نیند کی طرح ملائم تھیں اور کسی گھبرائے

ہوئے عقاب کی مانند میری آنکھیں کھل گئیں اور فرشتے نے میرے کانوں کو چھوا
اور انہیں شور اور آواز سے لبریز کر دیا اور میں نے عرش اعظم کو تھرا تھراتے
ہوئے سنا اور بلندیوں پر فرشتوں کے اڑنے کی آوازیں بھی میں نے سنیں اور
زیر آب حیوانوں کی حرکت مجھے سنائی دی اور وادی میں اگتی ہوئی انگور کی بیلوں
کی آہٹ میرے کانوں میں آئی وہ فرشتہ مجھ پر جھکا اور اس نے میرے ہونٹوں
کو دیکھا اور اس نے میری گناہوں سے آلودہ زبان کو اُکھیڑ پھینکا اور اس نے
اپنے دائیں ہاتھ سے تمام بے کار باتیں اور برائیوں کو دور کر دیا۔
اور اس کا دایاں ہاتھ خون سے بھر گیا۔
اور اس نے میرے زخمی ہونٹوں کے درمیان سانپ
کی دانا زبان لگا دی اور اس نے تلوار سے میرا سینہ چیر ڈالا اور اس نے
میرے لرزاں قلب کو نوچ لیا اور میرے سینے میں ایک بھڑکتی ہوئی آنچ رکھ دی
میں صحرا میں کسی نعش کی طرح لیٹا ہوا تھا ___ اور پھر مجھے صدائے ربانی نے
پکارا اور مجھ سے کہا ''پیغمبر! اٹھ اور ہوشیار ہوجا اور سُن:۔
میری رضا کو دل میں لے کر بحر و بر پر جا اور
میرے کلام سے لوگوں کے دلوں میں اُجالا پھیلا (۵)

اسی طرح پُشکن کی نظم ''زندگی کی رتھ''، تخیل، استعارے اور حقیقت نگاری کی اچھی مثال ہے جو روس میں فلسفے کا کام دیتی ہے:۔

<u>زندگی کی رتھ</u>

رتھ پر اگرچہ بوجھ بہت ہے
مگر وہ آسانی سے چل رہی ہے

زمانہ ایک سن رسیدہ مشاق رتھ بان کی طرح
بغیر ستائے ہم کو بھگائے لیئے چلا جاتا ہے۔ (۶)

پُشکن بنیادی طور پر اپنے تخیل اور فنکاری کے لحاظ سے ایک حقیقت نگار تھا۔ اور بہت جلد ہی اس نے اپنے ابتدائی زمانے کے رومانوی انداز بیان سے کنارہ کشی اختیار کی اور حقیقت اور اصلیت کے نقش قدم پر چلنے لگا جذبہ محبت اور اس کے احساس کو وہ بڑی خوبصورتی سے اپنی نظم ''محبت'' میں یوں بیان کرتا ہے:۔

''محبت''

تجھے اک الم ناک جذبے سے رغبت ہوئی ہے
تجھے چشم خوں ریز کیسے پسند آگئی ہے
گر تجھ پہ چاہت کی دیوانگی کی
گھٹا چھا چکی ہے۔۔۔۔۔۔
اگر زہر غم تیرے خوں کے ہر اک ذرہ بے ثمر سے لپٹ کر
جدا ہو چکا ہے
اگر ذہن فانی میں فرقت کی راتوں کے بے رنگ لا انتہا تلخ
لمحے گذر چکے ہیں
کبھی سونی سیجوں سے پہلو ملا ہے
تمناؤں کا بوجھ دل نے اٹھایا ہوا ہے
فریب مسرت نے دھوکے دیئے ہیں
محبت کی بوندوں سے لبریز آنکھیں
یوں ہی رو کے مدہوش ہوتی رہی ہیں۔۔۔(۷)

پُشکن کی شاعری کا جو اثر قومی ذہنیت پر ہوا، قومی سیرت کا عکس جیسا اس کی نظموں میں ملتا ہے اور

قوم کے عام مذاق سے جو مناسبت اس کے کلام کو ہے اس کی مثال دنیائے ادب میں بہت کم ملتی ہے۔

عمر کے آخری چار پانچ سالوں میں پُشکن نے اخبار نویسی، ادبی تنقید اور افسانہ نویسی کی طرف توجہ دی۔ ادبی تنقید کے مسائل میں اس کی رائے مستند مانی جاتی ہے۔ اس کا تاریخی مضمون ''پوگا چیوف کی بغاوت'' تاریخ اور ادب دنوں میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے ناول ''کپتان کی بیٹی'' کو بھی دنیا ادب میں اہم مقام حاصل ہے۔ پُشکن کی نثری تصانیف کا جوہر اس کی زبان کی فصاحت اور لطافت ہے پُشکن کی ہمہ گیریت کے متعلق گوگول لکھتا ہے کہ:۔

> ''پُشکن کے نام سے ہی فوراً روسی قومی شاعر کا تصور پیدا ہو جاتا ہے۔ پُشکن ایک غیر معمولی مظہر اور غالباً روسی روح کا مظہر ہے اس میں روسی مناظر قدرت، روسی جذبات، روسی زبان اور روسی کریکٹر کی عکاسی ایسی پاکیزگی اور شفاف حُسن کے ساتھ ملتے ہیں جیسے وہ شیشے کی اُبھری ہوئی سطح سے معکوس (منعکس) ہو رہی ہے۔'' (۸)

پُشکن نے روسی زبان کو روایتی بندھنوں سے آزاد کیا اور تمام عمر وہ اپنی زبان کی باریکیوں پر زیادہ سے زیادہ عبور حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہا۔ اس کا فن صاف ستھرا، لچک دار اور پاکیزہ ہے۔ کہیں بھی اس کی تخلیق میں دھندلی اور مشکوک کیفیت نہیں ہوتی اُسے اپنی عیش و عشرت میں بھی ایک ملال انگیز کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔

جیسے اس کی یہ نظم:۔

''انجام''

'' شب عشرت کے آخری دم تھے!
ہم جدائی کو ہو گئے تیار!

دور جام شراب ختم ہوا!
آہ مثل حباب ختم ہوا
رات کی بات خواب ہونے لگی
وہ عدم کا جواب ہونے لگی
کھویا خاموشیوں میں نغمہ زار!
پھر بھی لب حائل تبسم تھے!
رخ پہ دونوں کے اجنبی سے نقاب
چھائے لیکن تھا بے قرار شباب
ہم نے مل جل کر بن میں گائے گیت
آہ! دو لمحے، مختصر سی بریت
اپنے ذہنی فضا میں دہرائے
ہار تھی دو دلوں کی یا تھی جیت؟
جس نے دام خیال پھیلائے
رات کی یاد رہ گئی باقی
اب نہ وہ مے ہے نہ وہ ساقی (۹)

پُشکن کی نظمیں عشرت کی آئینہ دار ہونے کے باوجود اس کی زندگی رومانوی نہیں تھی۔ اس مادی دنیا کے علائق سے ہی اس کا واسطہ تھا۔ اونچے گھرانے میں پیدا ہوا، حکومت کے اونچے عہدے پر فائز رہا اور سماج کے تکلفات کی دلدادا اس کی طبعیت کا خاصہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ ایک سچا فنکار تھا۔ اس کی نظموں نے اس کی قوم کو بیدار اور اپنی اصلیت سے آگاہ کرنے میں بہت مدد دی اور آئندہ نسلوں کی نگاہوں میں اسے روس کا صرف پہلا فعال نہیں بلکہ سب سے بڑا شاعر اور مدبر بنا دیا۔

1837ء میں ڈوئل لڑتے ہوئے زخمی ہونے کے بعد وہ راہی ملک عدم ہوا۔ مرتے ہوئے اس نے

اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا۔ اعلیٰ انسان کا کریکٹر جیسا اس کی شاعری میں ملتا ہے اُس کا عملی نمونہ اس نے مرتے ہوئے پیش کیا۔

حوالہ جات:

۱۔ محمد مجیب: روسی ادب، انجمن ترقی اردو ہند دہلی 1940، ص110

۲۔ ایضاً ص 112

۳۔ ایضاً ص 127

4. Katharina Mommsen. Goethe's Hejira" The famous German writer and his Relation to Islam, Art & thoust 23 VI-5, P-58

۵۔ جمیل جالبی ڈاکٹر (مرتب) کلیات میراجی، اردو مرکز لندن 1988، ص919

۶۔ ستار طاہر، دنیا کی سو عظیم کتابیں، کاروان ادب ملتان 1986، ص727

۷۔ میراجی، مشرق و مغرب کے نغمے، اکادمی پنجاب لاہور 1958، ص80

۸۔ ستار طاہر، دنیا کی سو عظیم کتابیں کاروان ادب ملتان 1986، ص 722

۹۔ جمیل جالبی ڈاکٹر (مرتب) کلیات میراجی، اردو مرکز لندن 1988، ص925

☆☆☆